فضیلت شبِ قدر

مولانا مفتی سید عبدالکریم گمتھلوی رحمۃ اللہ علیہ

اس مبارک مہینہ میں ایک عظیم الشان نعمت اور بڑی بھاری دولت لیلۃ القدر کا ہونا ہے جس کی وجہ سے رمضان المبارک کی عظمت اور برکت میں اور بھی چار چاند لگ گئے اور اس کی شان دوبالا ہوگئی۔ اس رات کی فضیلت میں یہی بات کچھ کم نہیں تھی کہ اس کی فضیلت کے بیان کے لیے قرآن پاک میں ایک پوری سورۃ (سورۃ القدر کے نام سے) نازل ہوچکی ہے جس میں بیان فرمایا گیا ہے کہ اس رات میں عبادت کرنا ہزار مہینہ کی عبادت سے افضل اور بہتر ہے۔ جتنا ثواب ہزار مہینوں کی عبادت سے ملتا ہے اس سے کہیں زیادہ ثواب صرف اس ایک رات کی عبادت میں ملتا ہے اور اس زیادہ ثواب کی کوئی حد بھی بیان نہیں فرمائی گئی۔ اس بنا پر اگر کوئی یوں امید رکھے کہ بے شمار ثواب ملے گا جو شمار ہی میں نہیں آسکتا تو ان شاءاللہ تعالیٰ اس کو "انا عند ظن عبدی بی" کے مطابق بے شمار ثواب ملے گا حق تعالیٰ بندے کے ساتھ اس کے ظن کے مطابق معاملہ فرماتے ہیں۔ یہ جو مشہور ہے کہ اس شب کا ثواب ہزار مہینہ کے برابر ہے یہ غلط ہے بلکہ اس رات کی عبادت کا ثواب ہزار مہینہ سے کہیں زیادہ ہے۔

اس کے علاوہ بہت سی احادیث اس کے فضائل اور اس میں عبادت کرنے کی ترغیب میں وارد ہوئی ہیں۔ دُرِّ منثور میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ شبِ قدر حق تعالیٰ جل شانہ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے پہلی امتوں کو نہیں ملی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لیے) کھڑا ہوا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

فائدہ:۔ ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو یعنی عبادت کرے ریا وغیرہ کسی بدنیتی سے نہ کھڑا ہو۔ کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں ہے کہ کسی اور عبادت تلاوت قرآن اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہونا۔

فائدہ:۔ حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہ سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہوتے ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ احادیث میں صغائر (چھوٹے) کی قید دو وجہ سے مذکور نہیں ہوئی۔ اوّل تو یہ کہ مسلمان کی شان یہ ہے ہی نہیں کہ اس کے ذمہ کوئی کبیرہ گناہ ہو کیونکہ اگر کبھی کبیرہ گناہ اس سے صادر ہوجاتا ہے تو اس وقت تک اس کو چین ہی نہیں آتا جب تک کہ وہ اس گناہ سے توبہ نہیں کرلیتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب لیلۃ القدر جیسے مواقع آتے ہیں تو اپنی بداعمالیوں پر ندامت اس کے لیے گویا لازم ہے اور توبہ کی حقیقت گذشتہ پر ندامت اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم ہے۔

شبِ قدر کی تعیین میں علماء کے بہت اقوال ہیں۔ راجح قول یہ ہے کہ وہ اس مبارک مہینہ کی آخری عشرہ کی پانچ طاق

راتوں میں سے کسی ایک رات میں ہوتی ہے اور کسی سال کسی رات میں غیر معین طور پر ہوتی ہے۔ ہر سال ایک ہی رات میں نہیں ہوتی مگر ہوتی انہی پانچ راتوں میں سے کسی ایک رات میں ہے اس لیے مختلف راتوں میں اس کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کی رائے ہے کہ وہ رمضان المبارک کی ۲۷رشب ہوتی ہے۔

فائدہ:۔ اخیر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے۔ بیسواں روزہ گزار کر جو رات آئے گی وہ اکیسویں ہوگی۔ اسی طرح طاق راتیں وہ ہیں جن کے بعد طاق عدد کا روزہ ہو کیونکہ شریعت میں رات پہلے آتی ہے اس کے بعد دن آتا ہے۔ سبحان اللہ! شریعت نے بندوں کے ضعف کی کس قدر رعایت فرمائی ہے کہ عشرہ اخیرہ کی ہر رات کو شبِ قدر کی تلاش کے لیے مقرر نہیں فرمایا بلکہ وتر طاق راتیں مقرر کیں تا کہ درمیان میں ایک رات آرام کرلیا کریں کیونکہ دن کو سونے میں اتنی راحت نہیں جتنی رات کے سونے میں ملتی ہے۔ یعنی اگر عشرہ اخیرہ کی ہر رات کو شبِ قدر تلاش کرنے کا حکم ہوتا تو اس صورت میں دسوں راتیں جاگنے ہی میں گزرتیں تو عشاق کے لیے بہت دشواری پیش آتی۔

اس رات میں دوسری راتوں کی نسبت معمول سے زیادہ جاگنا مناسب ہے۔ اب قویٰ کمزور اور ہمتیں ضعیف ہوگئی ہیں تحمل وبرداشت کے موافق ان راتوں میں شب بیداری کرنی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ رات بھر جاگ کر صبح کی جماعت فوت کردے۔ عشاء کی نماز کو جماعت سے ادا کر کے سوجانا اور پھر صبح کی نماز باجماعت ادا کرنا اس سے بہتر ہے کہ شب بھر جاگ کر صبح کی جماعت کو فوت کردے۔ اگر زیادہ کچھ بھی نہ ہوسکے تو ان راتوں میں نماز باجماعت کا خاص اہتمام کرے تا کہ اس کی برکت سے بالکل ہی محروم نہ رہ جائے۔ رہی یہ بات کہ ان راتوں میں کون سی عبادت کرنا زیادہ بہتر ہے سو سب سے بہتر اس رات میں نفل پڑھنا ہے۔ کیونکہ ان راتوں میں قیام کی افضلیت آئی ہے اور قیام نفلوں میں ہوتا ہے۔ اگر کچھ حصہ رات کا تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ میں گزار دے تو اور بھی بہتر ہے۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی: ”اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَفَاعْفُ عَنِّیْ.“ (ترجمہ) ”اے اللہ بیشک تُو معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو پس معاف فرمادے مجھے بھی“۔

فائدہ:۔ نہایت جامع دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے آخرت کے مطالبہ سے معاف فرمائیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے۔

من نگویم کہ طاعتم بپذیر قلم عفو بر گناہ ہم کش

بعض احادیث میں شبِ قدر کی چند علامات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ ان میں سے یہ علامت کہ اس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے۔ یہ علامات بہت سی روایات میں وارد ہوئی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بعض علامات کا ذکر روایات میں آتا ہے مگر ان روایات کا پایا جانا لازمی نہیں ہے۔

بعض علامات ان حضرات کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جن کو اس رات کی دولت نصیب ہوئی ہے۔ حضرت ابن ابی البابہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ایوب بن خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس شب میں سمندر کا پانی بالکل میٹھا تھا۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ شبِ قدر میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے حتیٰ کہ درخت زمین پر گر جاتے ہیں اور پھر اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسی چیزوں کا تعلق امورِ کشفیہ سے ہے، جو ہر شخص کو محسوس نہیں ہوتے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں اور راتوں سے زیادہ عبادت میں مشغول رہیں کوئی علامت نظر آئے یا نہ آئے اس کی فکر میں نہ پڑیں۔ روشنی وغیرہ علامات کشفی طور پر کسی کو نظر بھی آجاتی ہیں۔ لیکن اگر کچھ بھی نظر نہ آوے پھر بھی اس رات کی عبادت کا اجر و ثواب حاصل کرنے کی غرض سے جس قدر ہو سکے عبادت میں لگا رہے اور مناسب ہے کہ جتنی دیر جاگنا چاہے اس کے تین حصے کر لے۔ ایک حصہ میں نوافل پڑھے اور ایک حصہ میں تلاوت کلام اللہ کے اندر مشغول رہے اور تیسرا حصہ استغفار، درود شریف اور دعا وغیرہ ذکر اللہ میں گزار دے۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ میں انہی تین عبادتوں، نماز اور تلاوت کلام اللہ اور ذکر اللہ کو ایک جگہ جمع فرما دیا گیا ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا تو دریافت فرمایا کہ اب بزرگوں کی نسبت میں وہ کیفیت نہیں ہوتی جو پہلے بزرگوں کی نسبت میں ہوتی تھی اس کی کیا وجہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے بزرگ تین چیزوں کی پابندی فرماتے تھے۔ کثرت نوافل، کثرت تلاوت اور کثرت ذکر اللہ۔ اب اس زمانہ میں ذکر اللہ کی کثرت کا تو بزرگوں کو کچھ خیال ہے مگر تلاوت اور نوافل کی کثرت کا اہتمام کم ہو گیا ہے۔ الا نادراً اس لیے نسبت مع اللہ کی کیفیت میں بھی فرق آ گیا۔ واقعی اب جو لوگ اللہ والے کہلاتے ہیں ان کے یہاں بھی اکثر صرف کثرت ذکر کی ہی تعلیم کا اہتمام ہوتا ہے۔ نوافل و تلاوت کا خیال ہی نہیں رہا۔ گو ابتداءِ سلوک میں سالک کے لیے ذکر اللہ کی کثرت زیادہ مفید اور یکسوئی پیدا کرنے کے اندر معین ہے مگر اب تو صوفیاءِ زمانہ کو ذکر کی پابندی کرتے ہوئے تو کچھ دیکھا بھی جاتا ہے۔ اگرچہ اس میں بھی اب بہت کمی آتی جا رہی ہے مگر آخری عمر تک تلاوت کلام اللہ کی پابندی اور نوافل کی کثرت کا تو کہیں نام و نشان بھی نہیں الا ما شاء اللہ۔ ہمارے اسلاف کا تو یہ طریقہ نہ تھا۔